شیخ نذیر حسین

تاریخ الفخری

عربی کی کتبِ تاریخ میں کتاب الفخری ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کے مصنف صفی الدین ابو جعفر محمد بن علی طِقطقی ہیں، جن کا سلسلۂ نسب اٹھارہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ان کے مورثِ اعلیٰ ابراہیم طباطبا ہیں۔ طباطبا کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ ابراہیم کے والد نے عید کے روز جب وہ بچے تھے، ان سے دریافت کیا کہ وہ کون سا کپڑا پہنیں گے تو تتلاہٹ کی وجہ سے ان کے منہ سے بجائے "قبا قبا" کے "طبا طبا" نکلا۔ اس وقت سے ان کا یہ لقب ہو گیا[1]۔

مصنف کے والد کا نام علی اور لقب تاج الدین اور کنیت ابن طقطقی ہے۔ عربی میں طقطقہ کے معنی جلدی جلدی گفتگو کرنے یا بلا توقف بولنے کے ہیں[2]۔ مصنف کے والد ماجد کوفہ، حلہ اور بغداد میں سادات کے نقیب النقبا اور بہت دولت مند اور جاگیر دار تھے۔ ایک دفعہ ان کے یہاں سرکاری اراضی پر بہت غلہ پیدا ہوا، جسے انھوں نے اپنے مکان کی دیواروں میں بھر لیا۔ اگلے سال قحط پڑا تو انھوں نے یہ غلہ بہت گراں فروخت کیا۔ اس وجہ سے لوگ اس قحط کو ابن طِقطقی کا قحط کہنے لگے۔ اس دولت مندی سے انھوں نے سرکاری حلقوں میں بڑا اثر و رسوخ پیدا کر لیا یہاں تک کہ انھوں نے سلطان اباقا خان سے اس کے وزیر عطا ملک جوینی کی شکایت کی۔ اس شکایت کا حال وزیر کو معلوم ہوا تو وہ اس کے اشارے سے ۶۸۰ھ میں قتل کر دیے گئے اور ان کا مال و اسباب ضبط کر لیا گیا[3]۔

ابن طِقطقی سقوطِ بغداد کے چار سال بعد ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ہلاکو خان خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر چکا تھا اور دنیائے اسلام میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاتاریوں کی ہیبت

---

[1] احمد بن علی الداودی — عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب — ص ۱۴۱، مطبوعہ بیروت۔

[2] دیکھیے Arabic English Lexicon : Edward Lane، بذیل مادہ طق۔

[3] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۱۴۷، ۱۴۸، مطبوعہ بیروت۔

چھائی ہوئی تھی۔ کسی شخص میں ان کے خلاف لب کشائی کی ہمت نہ تھی۔ باپ کے انتقال کے بعد ابنِ طقطقی سادات کرام کا نقیب مقرر ہوا۔

۶۹۷ھ/۱۲۹۷ء میں انھوں نے مراغہ کا سفر کیا اور پانچ برس کے بعد موصل پہنچے۔ وہ تبریز جانا چاہتے تھے کہ موصل میں برف باری کے سبب رُکنے پر مجبور ہو گئے۔ والیِ موصل فخر الدین عیسیٰ بن ابراہیم نے انھیں قیام پر مجبور کر کے اپنے بیش قیمت کتب خانے سے استفادے کی بھی اجازت دی۔ موصل کے قیام کے دوران ابن طقطقی نے تاریخ کی یہ کتاب تصنیف کی اور والیِ موصل کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے کتاب کا انتساب اس کی طرف کیا اور اس کا نام کتاب الفخری رکھا۔ ابن طقطقی نے ۷۰۳ھ/۱۳۰۴، ۱۳۰۳ء میں انتقال کیا۔ ان کی شہرت کا مدار اسی کتاب پر ہے، جس کا پورا نام الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ ہے، اس کا فارسی ترجمہ تجارب السلف کے نام سے ہندوشاہ بن سنجر نخچوانی نے ۲۷ھ میں کیا، جو کہ مشہور ایرانی فاضل عباس اقبال کی تصحیح اور تحشیہ سے ۱۹۳۴ء میں طہران سے شائع ہو چکا ہے۔ بقول ہندوشاہ اس تاریخ کا نام منیۃ الفضلاء فی تواریخ الخلفاء والوزراء ہے۔ اس نے تجارب السلف کے مقدمے میں لکھا ہے: "این کتاب کہ موسوم است بتجارب السلف در علم التواریخ جمع کردہ آمد و اکثر آن از کتاب منیۃ الفضلاء فی تواریخ الخلفاء والوزراء از مصنفات مرتضیٰ سعید ملک المحققین صفی الحق والملۃ والدین محمد بن علی العلوی الطقطقی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ جہت دار الکتب مخدوم و مزلی این ضعیف . . . جلال الدین زنگی شاہ رامغانی ساختہ است۔"[۵۴]

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی کتاب کے دو نام کیسے پڑ گئے؟ اس عقدے کو حل کرتے ہوئے عباس اقبال نے یہ تحقیق کی ہے کہ ابن طقطقی نے کتاب الفخری کا دوسرا نسخہ جو جلال الدین زنگی شاہ کے کتاب خانے کے لیے لکھا، شاید اس پر کتاب کا نام منیۃ الفضلاء فی تواریخ الخلفاء والوزراء لکھ دیا ہو۔

تاریخ الفخری کی قدر موجودہ زمانے میں مشرق سے کہیں زیادہ مغرب میں ہوئی۔ پہلی بار جرمن مستشرق الورٹ (Ahlwardt) نے ۱۸۶۰ء میں گوتھا (غوطا)، جرمنی سے ایک مفصل مقدمے کے ساتھ شائع کی، دوسری بار فرانسیسی فاضل (Derenbourg) درانبورگ نے یہ کتاب نہایت آب و تاب اور مفید

---

[۵۴] کتاب مذکور، ص ۳

اشاریے کے ساتھ ۱۸۹۵ء میں پیرس سے شائع کی۔ ۱۹۱۰ء میں Emile Amar نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر کے اہل علم کو تاریخ الفخری کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ یہ ترجمہ مغرب کے علمی حلقوں میں نہایت مستند سمجھا جاتا ہے۔ Whiting کا انگریزی ترجمہ (مطبوعہ لنڈن ۱۹۴۷ء) ناقص اور غیر معیاری ہے۔ الفخری متعدد بار قاہرہ اور بیروت سے بھی شائع ہو چکی ہے، لیکن یہ سب طباعتیں پیرس ایڈیشن کی نقل در نقل ہیں۔

الفخری ایک مقدمہ اور دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں علم اور کتاب بینی کے فوائد اور فضائل بیان کر کے فخر الدین حاکم موصل کے محامد و محاسن لکھے ہیں۔ پھر اس کے لیے اس کتاب کے تالیف کرنے کا ذکر کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں میں نے دو باتوں کا التزام کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ امرِ حق کی رعایت کی جائے اور دوسرے یہ کہ زبان سلیس اور عام فہم ہو۔ پہلی فصل امورِ سلطنت اور ملکی سیاست کے متعلق ہے جو جرمن ایڈیشن کے ستر صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم اس فصل کے بارے میں آگے چل کر کچھ لکھیں گے۔ دوسری فصل میں خلافتِ راشدہ سے لے کر آخری خلیفہ عباسی کا حال ہے۔ خلفائے امویہ و عباسیہ کے حالات کے ساتھ ان کے وزیروں کا بھی ذکر ہے۔ ابنِ طقطقی عربی زبان کے قادر الکلام انشا پرداز ہونے کے علاوہ فارسی زبان سے بھی آگاہ ہیں۔ تاریخ الفخری کا ماخذ زیادہ تر ابن الاثیر کی تاریخ الکامل ہے اور وزیروں کا حال زیادہ تر الصابی کی تاریخ الوزراء سے ماخوذ ہے۔

فصل اوّل بجائے خود انتظامِ سلطنت اور تدبیرِ مملکت پر ایک نہایت دلچسپ، دانش افروز اور پُراز معلومات مستقل تالیف ہے۔ ہم اس کو سیاست نامہ یا حکمرانوں کے لیے دستور العمل بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں حکمرانی کے رموز اور حاکم و محکوم کے فرائض و واجبات دلچسپ پیرائے میں لکھے ہیں۔ ہر مسئلہ زیرِ بحث کی مثال دلچسپ تاریخی واقعات اور حکایات سے دی گئی ہے، ضمناً آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کے حوالے بھی مذکور ہیں۔ ایرانی حکما بزرجمہر، اردشیر اور انوشیروان کے اقوال بھی منقول ہیں۔ ابنِ طقطقی کے خیال میں ایک کامیاب حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ عفو اور درگزر سے کام لے، وہ کینہ ور اور حاسد نہ ہو بلکہ صبر اور علم سے متصف ہو، رعب دار ہو، ایفائے عہد اس کا شعار ہو۔ شخص واحد کی عقل ملک کے انتظام و انصرام کے لیے کافی نہیں ہے، لہٰذا وہ اصحابِ عقل و فہم سے مشورہ کرتا رہے۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حاکم کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ ملک کی حفاظت کرے، سرحدوں کی پاسبانی کرے، راستوں کو محفوظ رکھے، شوریدہ سروں کی سرکوبی کرتا رہے، رعایا سے محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آئے۔ زور آوروں کے مقابلے میں کمزوروں کا دفاع کرے۔ وہ عالی ہمت اور کشادہ دل ہو، ملک گیری کا شائق ہو، عورتوں سے زیادہ میل جول نہ رکھے، رعایا سے علیٰ قدرِ مراتب سلوک کرے۔ جہاں تنبیہ اور فہمائش کافی ہو وہاں سزا نہ دے۔ سزا دیتے وقت نرمی اور رعایت ملحوظ رکھے، فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو سزا بلا تامل دے کیونکہ قصاص ہی میں زندگی ہے۔ حکمران کھیل کود اور موسیقی سے پرہیز کرے، ملکی راز کسی پر فاش نہ کرے اور علما اور حکما کی دلجوئی کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا ذکر اور شکر ادا کرتا رہے۔

رعایا کو لازم ہے کہ وہ حکمران کی اطاعت کرے، کیونکہ عوام کی صلاح و فلاح بالعداری میں منحصر ہے۔ عوام کو چاہیے کہ وہ حکمران کی خیر خواہی کا دم بھرتے رہیں، اس لیے کہ دین ہی خیر خواہی ہے۔ وہ حکمران کی غیبت، بدخواہی اور بدگوئی سے احتراز کریں۔ سفیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقل مند، امانت دار، پاک دامن اور اپنے مالک کا خیر خواہ ہو۔[۵۵]

فصل دوم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آخری خلیفہ عباسی مستعصم باللہ تک تاریخ اسلام نہایت اختصار اور ایجاز مگر دلچسپ انداز سے مذکور ہے۔ اگرچہ مصنف کا میلان شیعیت کی طرف ہے، لیکن خلفائے راشدین کا ذکر احترام سے کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی حکومت دنیاوی بادشاہوں کے نمونے پر نہ تھی بلکہ علی منہاج نبوت قائم تھی۔ ان کا لباس انبیا کا اور سیرت و طریقت اولیا کی تھی۔ وہ سادہ کھاتے تھے اور سادہ پہنتے تھے۔ ان کی یہ سادہ گزران کسی احتیاج یا ناداری کی وجہ سے نہ تھی، ان کا مقصد عامۃ المسلمین کو برابری کا احساس دلانا تھا تاکہ غربا اور فقرا دل شکستہ نہ ہوں۔[۵۶]

حضرت عمر کا یمنی چادر اور قمیص والا قصہ ان کی بے نفسی اور انصاف پسندی کے ثبوت میں بیان کیا ہے۔ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صبر و حلم، ان کے تدبر و فراست اور ان کی دریا دلی اور اکابر قریش

---

۵۵ الفخری، ص ۱۸ تا ۸۳، گوتھا ۱۸۶۰ء

۵۶ کتاب مذکور، ص ۳۳، ۷۹۔

کے حسنِ سلوک کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں [۵۷]

اوّلین خلفائے عباسیہ کی سیرت اور اُن کے آئینِ جہاں داری کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ مابعد کے خلفا میں جو کمزوریاں پیدا ہو گئی تھیں اور معاشرے میں جو اخلاقی بگاڑ رونما ہو گیا تھا، اس کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ ان کے وزرا کی خوبیوں اور خامیوں کو کھل کر بیان کرتے ہیں۔

ابن طقطقی سقوطِ بغداد کو آخری عباسی خلیفہ المستعصم باللہ کی آرام طلبی، عیش پسندی، گرد و پیش کے حالات سے بے خبری اور ناعاقبت اندیشی پر محمول کرتے ہیں۔ ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی فتح کے بعد مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی تھی، اس کی تفاصیل بیان کرنے کا مصنف کو یارا نہیں۔

تاریخِ وصاف، جامع التواریخ اور طبقاتِ ناصری کے مصنفین المستعصم باللہ کے وزیر مؤید الدین ابنِ علقمی کو ملک و ملّت کا غدار قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ ہے کہ ہلاکو خان نے عراق پر حملہ ابنِ علقمی کی تحریک سے کیا تھا اور وہ اندرونی طور پر ہلاکو سے ملا ہوا تھا، لیکن ابنِ طقطقی، ابنِ علقمی کے مداح اور خیر خواہ نظر آتے ہیں۔ شاید یہ اس وقت کے حالات کے دباؤ کا نتیجہ ہو۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی مرعوبیت اور احساسِ کمتری کا یہ عالم تھا کہ فتح بغداد کے بعد ہلاکو خان نے علما سے استفسار کیا کہ آیا کافر مگر عادل حکمران بہتر ہے یا مسلمان مگر ظالم سلطان؟ علما نے قدرے توقف کے بعد یہ فتویٰ لکھ دیا کہ عادل اور کافر حکمران، ظالم اور مسلم حاکم پر فضیلت رکھتا ہے [۵۸]

اس مایوسی اور شکست خوردگی کے عالم میں اربابِ تصوف نے ہمت نہ ہاری۔ وہ چپکے چپکے اشاعتِ اسلام میں مشغول رہے اور فتح مند تاتاریوں کے دل مہر و محبت سے جیتتے رہے تاآنکہ سقوطِ بغداد کے صرف سینتیس [۳۷] سال بعد (۱۲۹۵ء) میں ہلاکو خان کے چھٹے جانشین غازان خان نے اپنے دس ہزار لشکریوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا اور اس کے بعد باقی ماندہ تاتار بھی مسلمان ہو گئے۔ اس میں علاء الدین عطا ملک جوینی (مصنف تاریخ جہان کشا) ان کے بھائی شمس الدین جوینی صاحب الدیوان اور رشید الدین فضل اللہ طبیب ہمدانی (مصنف جامع التواریخ کی درپردہ مساعی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ افاضل بزرگ حکومت کے کاروبار پر حاوی تھے۔ ہو سکتا ہے کہ تاتاری حکمران اُن

---

۵۷ کتاب مذکور، ص ۲۱۶، ۲۱۷

۵۸ کتاب مذکور، ص ۱۹، ۲۰

کے علم و فضل، امانت و دیانت، وفاداری اور فرض شناسی اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو گئے ہوں۔ تاریخ عالم کا یہ عجیب اور حیرت انگیز واقعہ ہے کہ وحشی اور خونخوار تاتاری جو اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے لیے اُٹھے تھے، اسلام لانے کے بعد خود ہی مسلمانوں کے سرپرست اور محافظ بن گئے۔

پاسباں مل گئے کعبے کو بت خانے سے

نسطوری عیسائی جو تاتاریوں کو عیسائی بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے، ناکام اور نامراد ہو کر رہ گئے۔ ان مختلف موثرات اور عوامل کا تجزیہ مشہور مورخ ٹائن بی نے اپنے مخصوص انداز میں کیا ہے[۵۹] بہرحال ابن طقطقی نے اپنے زندگی میں اسلام کے دوبارہ عروج کا نظارہ کر لیا۔

اسلوب بیان

الفخری کی مقبولیت اور اہمیت کی ایک بڑی وجہ اس کی عبارت کی سلاست، شگفتگی اور دلکشی ہے۔ فاضل مصنف اپنی شیریں بیانی سے تاریخی واقعات میں افسانے کا رنگ پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کی رائے میں اس کا مطالعہ دیوان الحماسہ اور مقامات حریری سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز ہوگا۔ پروفیسر نکلسن کی رائے میں عربی سیکھنے کے لیے قرآن مجید کے بعد اس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں[۶۰]۔ الفخری کا فارسی ترجمہ (تجارب السلف) بھی سادہ بیانی کے لحاظ سے ممتاز ہے، لیکن یہ فصل اوّل، جو کہ سیاسیات ملک داری سے متعلق ہے، کے مطالب سے خالی ہے۔ اس کے بجائے فاضل مترجم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ، آل بویہ اور سلاجقہ کے وزرا کے حالات اور بعض حکایات اور عربی اشعار اپنی طرف سے شامل کر دیے ہیں۔[۶۱]

---

۵۹ A Study of History، جلد دہم، ص ۶۷ تا ۷۲ - لنڈن ۱۹۵۴ء۔

۶۰ A Literary History of Arabs، ص ۴۵۴، ذیل حاشیہ، مطبوعہ کیمبرج۔

۶۱ عباس اقبال، مقدمہ، تجارب السلف، ص ی و یا، طہران ۱۹۳۴ء۔